ĪQĀN Vol.: 06, Issue: 01, Dec-2023

پاکستانی معاشرہ کی تنزلی کی وجوہات اور ان کا سد باب (اسلامی تناظر میں)

eISSN: 2617-3336
pISSN: 2617-3700

The Reasons for The Decline of Pakistani Society and Its Remedy (In the light of Islam)

CC BY
OPEN ACCESS

Muhammad Ajmal Qasmi*[1]
Dr Muhammad Azam [2]
[1] PhD Scholar Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
[2]PhD Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
Correspondence: qasmi516@gmail.com

DOI: https://doi.org/10.36755/iqan.v6i1.439

ABSTRACT

Islam is the comprehensive religion who guides its followers for living methods through sets of rules. The teachings of Islam are based on revelation here we have discussed the reasons of the decline of Pakistani society and then we suggested its remedy (in the light of Islam). When we see in the past people recited the verses of the Holy Quran in their houses, they discussed about teachings of Islam, Almighty Allah and the teachings of our Holy Prophet ﷺ. They discussed about sacred personalities, Halal and Haram, business method, trustworthy, truthfulness, fear to Allah and other teachings of Islam to lead a peaceful and prosperous life. But now all these have gone away in our houses and societies. There are many reasons. Riba (usury, murder, telling a lie, theft, drink alcohol, Haram food and drinks etc) are become the part of our lives.

We should follow the teachings of Islam for living a good life. We should help each other; we should like the things for ourselves like for others. Allah has ordered us for justice and truth but we are far away from these things. We should create a sense of sacrifice, love, help and fear of Allah. This is our responsibility that we change our minds and follow the teachings of Islam with full zeal and zest.

Received:
11-10-2023
Accepted:
31-01-2024
Online:
04-02-2024

KEYWORDS
Islamic Teachings, Followers, Revelation, Poverty, Injustice, Social Values

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر تمام مخلوق پر فضیلت بخشی ہے۔ اسے عقل و شعور اور علم و حکمت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کی سماجی اور تمدنی زندگی کو خوبصورت بنانے کیلئے عمدہ اخلاق اور بلند کردار اپنانے کے طریقے اور احکامات نازل فرمائے۔ دنیا کے تمام مذاہب انسان کی اخلاقی اور سماجی ترقی کے خواہاں ہیں۔ تمام مذاہب میں سماجی زوال، اخلاقی گراوٹ اور معاشرے میں عدم استحکام یا بگاڑ پیدا کرنے والے عناصر اور رویوں کو فرد کیلئے نامناسب اور نقصان دہ قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ اس قدر تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو ایک مدت درکار ہوتی تھی، پلک جھپکنے میں رونما ہو جاتا ہے۔ آج کے ماحول کا اگر پچاس سال پہلے کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھیں تو زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں تبدیلی نظر آئے گی۔ یہاں تک کہ لوگوں کے رہن سہن کے طریقے، افکار و خیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، غرض تمام معمولات زندگی میں نمایاں انقلاب آیا ہے لیکن یہ سب دیکھ کر دل میں بے ساختہ یہ خیال آتا ہے کہ کاش یہ برق رفتاری کسی خاص سمت میں ہوتی۔

؎ تیز رفتاری ہے، لیکن جانب منزل نہیں

یہ مصرع وقت کے شاعر نے شاید اہل مغرب پر فٹ کیا تھا لیکن ہم خود اس کا مصداق بن چکے ہیں آج ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہماری منزل کیا ہے اور کونسا راستہ ہمیں منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ ہماری ساری برق رفتاری مخالف سمت میں ہو رہی ہے جن گھروں میں کبھی تلاوت کلام پاک ہوا کرتی تھی اب وہاں فلمی نغمے گونجتے ہیں جہاں پر اللہ کے ذکر کو روح کی غذا تصور کیا جاتا تھا اب وہاں موسیقی روح کی غذا بن چکی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر اور ہمارے اسلاف اور بزرگوں کی باتیں ہوا کرتی تھیں اب وہاں فلمی ہیروز کے کارنامے دہرائے جاتے ہیں۔ آج ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں دوپٹے کی قید سے آزاد ہو چکی ہیں۔ غرض اسلام سے عملی اعراض اسقدر بڑھ چکا ہے کہ مستقبل کا تصور کرتے ہیں تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کی وجوہات و اسباب کو تلاش کریں تو سینکڑوں اسباب ہیں۔ لیکن ایک بڑی وجہ اسکی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دو حاضر کے اندر ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار تصور کیے جاتے ہیں، بلاشبہ اپنی ذات میں نیک پارسا، صوم و صلاۃ کے پابند ہوں گے لیکن اپنے گھروں اور خاندان والوں کی اصلاح سے آزاد گردو پیش سے بے فکر ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ ایک خاندان کا سربراہ اگرچہ متقی و پرہیز گار ہو گا، سود، رشوت، حق تلفی، جواء، قمار جیسی برائیوں سے پرہیز کرتا ہو گا لیکن اس کے ساتھ متعلقہ لوگوں کو دیکھا جائے تو یہ صفات ان کے اندر بذریعہ خوردبین بھی نظر آنا مشکل ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

جہاں ہماری اخلاقی قدریں پامال ہوئیں وہاں کچھ اور ایسی تبدیلیاں بھی آئیں جس نے ہمارے معاشرے کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ اب ہر گھر میں والدین پریشان ہیں کہ اولاد کے رشتے نہیں ہوتے۔ ہر گھر کا یہ رونا ہے کہ اچھے لوگ، اچھے رشتے نہیں ملتے۔ دادیوں، نانیوں اور والدین سمیت سب ٹینشن میں ہیں کہ بچوں کی جوانی، جوانی کی دہلیز پار کر کے بڑھاپے کی طرف سرکنا شروع ہو گئی ہے۔ اگر حالات کا جائزہ لیا

جائے تو معلوم ہوتا ہے زندگی کا ایک معیار مقرر کر لیا گیا ہے اور یہی معیار اور پیمانہ ہے جس سے ہم پیچھے ہٹنے کیلئے تیار نہیں۔ ہم شادی کے معاملے میں تمام چیزوں کو اسی پیمانے سے ناپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی معیار کی وجہ سے ہم بلندی سے پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے جارہے ہیں۔ آنے والی بہو کے بارے میں ہمارا معیار اور پیمانہ یہ ہے کہ لڑکی خوبصورت، گھرانہ اونچا، پیسے کی ریل پیل، ڈھیروں جہیز لانے والی، زندگی کی تمام جدید اشیاء لے کر آئے اور ہمارا لڑکا بیٹھے بٹھائے امیر ہو جائے۔ یہی وہ گھٹیا سوچ ہے جس نے ہمارے معاشرے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور یہی غیر معیاری سوچ آہستہ آہستہ معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہے۔ معیار نیک سیرتی کی بجائے مال و دولت اور فرمائشی جہیز کو بنالیا ہے۔ یہی وہ جہنمی ہتھکنڈے ہین جن کی وجہ سے نوجوان نسل کی شادیاں دشوار ہوتی جارہی ہیں کیونکہ اب ہمارا معاشرہ لالچی ہوتا جارہا ہے۔ جس سے ہمارے معاشرے میں ہندوانہ رسم ورواج سرایت کر گئے ہیں۔

آپ سیرت اور تاریخ کا مطالعہ کریں آپ کو مہر کا ذکر ملے گا، جہیز کا کہیں بھی ذکر نہیں ملے گا۔ ان تعلیمات وہدایات سے انحراف کی وجہ سے آج ہم آسمانی رحمتوں اور روحانی برکتوں، چین وسکون سے محروم ہیں۔ حقیقی خوشیاں اور مسرتیں تب حاصل ہوں گی جب ہم اس عمل کی ادائیگی سادگی کے ساتھ بغیر کسی طمع کے سنت سمجھ کر کریں۔ سماجی برائیوں میں ایک بڑی برائی منشیات کو اپنانا یا ان کا عادی ہونا ہے۔ نشہ فرد کو بے کار اور بے سمت بنادیتا ہے۔ یہ وقتی تسکین اور عارضی لطف تو فراہم کرتا ہے لیکن بعد میں اسی شخص کو بہت سے ذہنی وجسمانی تکالیف سے دوچار کر دیتا ہے۔ دین اسلام ان تمام نقصان دہ کاموں سے روکتا ہے جس سے فرد اور قوم کے بگڑنے کا احتمال ہو۔ اسلام نے جان ومال کے تحفظ اور شیطانی کاموں سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

> "يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ "[1]
>
> "اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا اور عبادت کیلئے نصب کیے گئے بت، فال کے تیر سب شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکے، سو اب بھی باز آجاؤ"۔

گویا خالق کائنات نے نشہ آور اشیاء اور دیگر سماجی بیماریوں سے اہل ایمان کو منع فرمادیا ہے۔ نشہ آور اشیاء میں شراب کو ام الخبائث یعنی برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود معاشرے میں نشہ آور اشیاء کا استعمال انسانیت کیلئے کسی بلا اور مصیبت سے کم نہیں ہے جس ایک

---

[1] ۔ المائدہ ۵: ۹۰-۹۱

شخص کو نشے کی لت پڑ جائے تو جہاں ذہنی و جسمانی صلاحیتیں متاثر ہونے سے اس کی اپنی زندگی برباد ہو جاتی ہے وہیں وہ اپنے افراد خانہ کی زندگی بھی اجیرن بنا دیتا ہے۔ فرد اور خاندان معاشرے کی اساس ہیں۔ ان کی تباہی دراصل معاشرے کی تباہی ہے۔ نشے کا پھیلاؤ معاشرتی قدروں کو پامال کرنے کا باعث بنتا ہے۔ چونکہ نشے میں مبتلا افراد نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو کر ذہنی اور اخلاقی پستی کی وجہ سے بہت ساری مجرمانہ سرگرمیوں میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں وہ ہوش و حواس کی دنیا سے بیگانہ ہو کر دوسرے کے دست نگر ہو جاتے ہیں۔ ان کی صحت روز بروز گرتی چلی جاتی ہے وہ عملاً کام کاج کے قابل نہیں رہتے۔ ذیل میں پاکستانی معاشرے کی تنزلی کے اسباب کا جائزہ لیتے ہیں.

بددیانتی:

چونکہ موجودہ دور صنعتی دور ہے۔ اسی وجہ سے آج کاروبار اور تجارت کے میدان میں بڑی وسعت آئی ہے۔ جہاں ملکی تجارت میں اضافہ ہوا ہے وہیں پر انٹرنیشنل تجارت نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ بہت ساری کمپنیاں مختلف مصنوعات تیار کرنے اور بیچنے کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لینے کیلئے محنت کر رہی ہیں۔ مقابلے کے اس دور میں دھوکا دہی، جعلسازی، فراڈ اور غلط بیانی نے بھی ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ مارکیٹ میں یہ فن اتنا ترقی کر گیا ہے کہ اس کی مختلف صورتیں اور جدید سے جدید ترین طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ خریداروں، تاجروں اور دُکانداروں کو جدید ساز و سامان اور پیداوار کی ترغیب دینے کیلئے بہت زیادہ تگ و دو کی جاتی ہے۔ مقصد ہذا کیلئے اپنی پیداواری عیوب چھپائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ گاہکوں کو غیر حقیقی صورت حال بتائی جاتی ہے۔

موجودہ صورتحال بڑی گھمبیر حالت اختیار کر چکی ہے۔ تجارت کے اکثر معاملات میں دھوکا دہی، جعلسازی، فراڈ اور غلط بیانی مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ موجودہ دور کا تاجر اسے سمجھداری اور کاریگری سمجھتا ہے۔ ان معاملات میں بگاڑ کی وجہ سے تجارت کے بنیادی اصولوں میں خلل آ گیا ہے انسانی زندگی کی اصل صورت مسخ ہو گئی ہے۔ انسانی اقدار اور اخلاقیات پامال ہو رہی ہیں۔ جس سے معاشرے کی موجودہ صورتحال ایک صحتمند معاشرے کے وجود کو چیلنج کر رہی ہے۔ معاشرے میں رہنے والے افراد کا ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو گیا ہے اس لیے ہم تنزلی کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ البتہ رب العزت نے قرآن مجید میں تجارت اور کاروبار سے متعلق جامع اصول بیان فرما دیا ہے، جو تجارت اور کاروبار کو ہر قسم کی برائی سے پاک وصاف کرنے کیلئے کافی ہے۔ فرقان مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا"[۲]

---

[۲] النساء ۴: ۲۹

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو،
اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے"۔

اگر دیکھا جائے تو یہ آیت اسلامی تجارت اور مالی معاملات کی روح ہے۔ اس آیت مذکورہ میں کسی کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا ہے اور آپس کی تجارتی رضامندی پر بھی زور دیا گیا ہے۔ یہ بات عیاں ہے کہ مالی معاملات میں آپس کی رضامندی تب ہی ہو سکتی ہے جب تک معاملات صاف اور واضح نہ ہو جائیں۔ ان میں دھوکہ دہی نہ ہو اور نہ ہی جعلسازی اور فریب ہو اور نہ ہی کسی قسم کا شک وشبہ اس میں پایا جائے جو بعد میں لڑائی جھگڑے کا باعث بنے۔

ناپ تول میں کمی، دھوکا دہی، خیانت، جھوٹ بولنا یا قسم اٹھا کر مال بیچنا، بھتہ خوری، جعل سازی، اسمگلنگ، کام چوری، وعدہ خلافی، تجارت یا کاروبار میں اخلاقی و قانونی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بے ایمانی اور ناجائز منافع خوری سے مال بنانا جیسے افعال وغیرہ ہماری تنزلی کا باعث بنتے ہیں۔ تجارت اور خرید و فروخت کے معاملات میں بد دیانتی سے کام لینا انتہائی گھٹیا عمل ہے۔ بظاہر عام سا دکھائی دینے والا یہ عمل معاشرے پر انتہائی منفی اثرات مرتب کرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے معاشرتی نظام زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ مہذب معاشروں اور دیگر مذاہب میں تجارتی، اخلاقی اور قانونی سطح پر اسے مجرمانہ فعل تصور کیا جاتا ہے اسلام نے بھی اس کی سخت مذمت کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ"[۳]

"کم تولنے والوں کے لیے تباہی ہے"۔

تجارت حلال روزی کمانے کا بہترین ذریعہ ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ کام اخلاقی اصولوں کے تحت صاف ستھرے انداز میں اور ملکی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے انجام دیا جائے۔

جھوٹ بولنا:

زبان کے گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹ ہے جس سے بچنا ضروری ہے جو تمام رنجشوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔ جھوٹ ایک ایسا فعل ہے جو کسی بھی معاشرہ کو متاثر کر سکتا ہے کیونکہ ایسی بات کہنا جس کے عملی طور پر نہ کرنے کا ارادہ ہو وہ بھی جھوٹ ہی ہے۔ ہمارے معاشرے کی تنزلی کے اسباب میں ایک بڑا سبب جھوٹ بولنا بھی ہے۔ بر خلاف حقیقت کسی بات کو بیان کرنا جھوٹ کہلاتا ہے۔ اپنے مقصد اور مطلب کو حاصل کرنے کے لیے غلط انداز میں استعمال کرنا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اب تو حالت یہ

۳۔ المطففین ۸۳:۱

ہے کہ سیاستدان سے لے کر عوام تک، بڑے سے چھوٹے تک، بات سے بیٹے یا بیٹی تک، شوہر سے بیوی تک ہر آدمی ہر وقت جھوٹ بولنے پر تیار ہے۔ کوئی بھی انسان جھوٹ بول کر شرمندگی محسوس نہیں کرتا بلکہ اسے باعث فخر سمجھتا ہے۔ اب پارلیمنٹ میں جھوٹ، ٹی وی پر جھوٹ، ڈاکٹر کا مریض سے جھوٹ بولنا، کاروبار میں جھوٹ، گھروں میں جھوٹ، عدالتوں میں، سکولز میں ہر جگہ جھوٹ بولا جارہا ہے اور یہ گناہ ہر جگہ عام ہوتا جارہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دنیا میں سو فیصد جھوٹ بولا جارہا ہے بلکہ سچائی کا پرچار کرنے والے عظیم لوگ بھی موجود ہیں جو دروغ گوئی نہیں کرتے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد انتہائی کم ہے اور یہ ایک کڑوا سچ اور تلخ حقیقت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَاجْتَنِبُوْاقَوْلَالزُّوْرِ"[٤]

"اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو"۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہوگی اگرچہ سامی مذاہب میں جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے اور اس سے بڑھ کر جھوٹی گواہی دینا تو ظلم عظیم ہے۔ جھوٹی گواہی سے کسی انسان کو انصاف نہیں ملتا بلکہ جھوٹی گواہی دینے سے انصاف کا خون ہوتا ہے، مجرم آزاد ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بے گناہ مجرم بن جاتا ہے۔ جھوٹی گواہی دینے سے عدالتی کاروائی پر اثر پڑتا ہے اور اس سے حقداروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ جھوٹی گواہی دینا جرم ہے اور تمام سامی مذاہب میں جھوٹی گواہی دینا جرم عظیم سمجھا جاتا ہے۔

منافقت:

قول اور فعل کا تضاد منافقت کہلاتا ہے۔ دل اور زبان کی مطابقت نہ ہو تو ایسے عمل کو منافقت کہتے ہیں۔ منافقت ایک ایسا قبیح گناہ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی کم ہے۔ یہ کسی بھی فرد، معاشرہ یا ملک میں قابل قبول نہ ہے۔ معاشرے کے ہر طبقے میں اس کو انتہائی برا سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک کڑوا سچ ہے اور تلخ حقیق ہے کہ انسان یہ گناہ سرزد کرتا ہے اور گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ جب انھیں منافقت کرنے سے باز و ممنوع رکھا جائے تو بڑی دیدہ دلیری سے جواب دیتے ہیں کہ ہم منافق نہیں بلکہ ہم تو مصلح ہیں۔ منافقت کی سب سے بڑی نشانی قول و فعل میں تضاد ہے۔ ہمیں دنیا کے تمام معاشروں، حکمرانوں اور عوام میں منافقت صاف نظر آئے گی۔ منافقت سے معاشرے تباہ ہو رہے ہیں۔ اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ اسلام نے منافق کیلئے سخت سزا مقرر کی ہے اور جہنم کا سب سے نچلا درجہ منافق کیلئے بنایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"اِنَّالْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"[٥]

---

[٤] الحج ۲۲:۳۰

[٥] ۔ النساء ۴:۱۴۵

"بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں"۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ منافق صرف ایک گناہ نہیں کرتا بلکہ وہ جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کا گناہ بھی کرتا ہے شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے منافق کیلئے سخت سزا مقرر کی ہے اور ان کیلئے جہنم کا سب سے نچلا درجہ مقرر کیا ہے۔

چوری:

کسی بھی شخص کا مال بغیر اجازت حاصل کرنا چوری کہلاتا ہے۔ جو بغیر اجازت مال اٹھاتا ہے اس کو چور کہا جاتا ہے۔ ہر معاشرے اور مذہب میں چوری کو جرم اور گناہ سمجھا جاتا ہے اور ان مذاہب اور معاشرے میں چور کی سزا بھی مقرر ہے۔ ہر کسی کو معلوم ہے کہ چوری کرنا گناہ ہے لیکن صد افسوس کہ باوجود اس کے چوری کرنا معمول بنتا جارہا ہے۔ موٹر سائیکل، گاڑیاں، اور کاریں چوری کرلی جاتی ہیں۔ سرکاری اور پرائیویٹ دفاتر اور فیکٹریوں میں بھی ملازمین چوری کرنے سے باز و ممنوع نہیں رہتے ۔ جیسے جدید زمانہ آگیا ہے ویسے ہی چوری کرنے کے طریقوں میں بھی جدت اور تکنیکی مہارتیں آرہی ہیں۔ چوری کرنے کی ایک وجہ بے روزگاری کا بڑھنا بھی ہے۔ لوگوں کو آسان روزگار کے حصول میں مشکلات کی وجہ سے چوری کی طرف مائل ہونا ایک فطری امر ہے۔ تمام مذاہب میں چوری کرنا گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے نہ صرف اسلام چوری کے خلاف ہے بلکہ تمام مذاہب بھی چوری کے خلاف ہیں کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کا حق مارا جاتا ہے جس سے دوسروں کا نقصان ہوتا ہے اور انہیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قرآن مجید میں چوری کی مذمت اور اس کی سخت سزا مقرر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"قَالُوْاتَاللّٰه لَقَدْعَلِمْتُمْ مَّاجِئْنَالِنُفْسِدَفِي الْاَرْضِ وَمَاكُنَّاسَارِقِيْنَ "[6]

"کہا انہوں نے قسم اللہ کی معلوم ہے تمھیں کہ نہیں آئے ہم اس ملک میں شرارت کرنے کے لیے اور نہ کبھی ہم چور تھے"۔

اخلاقی گراوٹ:

مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ اور بھی دیگر اسباب ہیں یہی وجہ ہے کہ معاشرہ تنزلی و گراوٹ کی دلدل میں پھنستا جارہا ہے۔ مثلاً نسب تبدیل کرنا، ظلم اور ظالم کے ساتھ تعاون کرنا جو کہ آج معاشرتی برائی بن چکی ہے اور ہم بھی اس فعل میں کلی طور پر شریک ہیں۔ اسی طرح رشوت بھی ہمارے معاشرے کا اہم حصہ بن چکی ہے اور ہمارے معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ حسد، والدین سے بدسلوکی، سود، زنا،

---

[6] یوسف ۱۲:۷۳

قتل اور سب سے بڑی بات حلال و حرام کی تمیز کا نہ ہونا الغرض ہم کس کس بات کا رونا روئیں، کس کس لڑائی کو پکڑیں کیونکہ ہم لوگوں نے اللہتعالیٰ کے بنائے گئے قوانین کے برعکس لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اور اللہ کے قوانین پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب سے بالاتر ہے اور انسانی بنائے گئے قوانین جو کہ شرعی احکامات سے تضاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ ہے تو پھر انتظار کیجئے سرخ آندھیوں، زلزلوں، بستیوں کے الٹنے اور آگ کی بارش کا۔ کیونکہ جو قومیں بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات و فرمودات کے منافی چلے وہ نشان عبرت بن کر رہ گئیں۔ اے کاش کہ مسلمانان عالم ہوش کے ناخن لیں اور انسانی قوانین کے بنائے ہوئے جالوں کو توڑ ڈالیں کہ جنہوں نے معاشرے میں بدامنی، فحاشی، عریانی، زنا، قتل اور نہ جانے کن کن ناسوروں کو جنم دیا ہے۔

اگر آج بھی ہم ہاتھوں پر ہاتھ رکھے ایسے ہی بیٹھے رہے تو ایسا نہ ہو جائے کہ ہمیں بھی سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملے اور فاصلوں، گمراہیوں اور باغیوں کے ساتھ خدانخواستہ ہمیں بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا پڑے۔

اور ایک تشویش ضرور ہے کہ خود امت کے افراد بھی اپنا انداز فکر اور رویہ بدلیں اور یہ لوگ اپنے ہی پالنے والے رب سے ڈرنا اور اس سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دیں۔ یہ لوگ بالکل بے فکر ہو جائیں اور ان میں پروردگار عالم کے سامنے جوابدہی کا کوئی ڈر ہی باقی نہ رہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جو مسلمانوں کیلئے کمزوری، خفت اور ناتوانی کی بات یہ ہو گی کہ ان میں خوف خدا جاتا رہا ہے اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ نہ تو یہ لوگ اپنے ہی خالق کائنات سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی آخرت کی جواب دہی کا کوئی احساس پریشان یا خوفزدہ نہیں کرتا۔ یہ انداز فکر بے حسی پر مبنی ہے کہ روز محشر جواب دہی کا خوف ہی باقی نہ رہے۔ کیا یہ اللہ کے خلاف بغاوت نہیں ہے؟ کیا یہ کفار کا شیوہ نہیں ہے؟ مسلمان اپنے رب کو کیوں بھول گئے؟ کیسے بھول گئے؟ وہ اپنے پالنے والے کے احکام اور نبی آخر الزمان ﷺ کی تعلیمات کو کیسے فراموش کر گئے؟

دوسری جانب اگر اپنی ہی قوم کے لوگ اپنے ہی پیدا کرنے والے رب سے بے خوف ہو جائیں اور انہیں آخرت کی جواب دہی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا ڈر ہی نہ رہے تو ایسی قوم کا ہر فرد دوسرے فرد کو تباہ کرنے کے منصوبے بنانے لگتا ہے اور یہ وہ منفی انداز فکر ہے جس سے معاشرے کا امن اور سکون تباہ ہو جاتا ہے لیکن جب دل میں پالنے والے کا ڈر ہی باقی نہ رہے تو معاشرہ ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اور ساری قوت ختم ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد دوسری قومیں اور قوتیں بھی اس منتشر قوم سے ڈرنا چھوڑ دیتی ہیں چنانچہ ہم اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کریں اور پوری مسلم قوم کو ایک اسلامی وحدت کے رشتے میں باندھ دیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ اس کے جواب دہی کے احساس کو ہمہ وقت اپنے سامنے رکھیں تاکہ ہمارا معاشرہ حقیقی معنوں میں ایک پر امن اور پر سکون اسلامی معاشرہ بن سکے۔

اتحاد و یگانگت کا فقدان:

معاشرے میں جرائم کی پیداوار کا ایک سبب اتحاد و یکجہتی کی کمیابی بھی ہے۔ حالات کا دھارا اس طریقے پر آگیا ہے کہ ہر فرد ذاتی اغراض و مقاصد کے حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہے۔ ہر شخص ذاتی مفادات کے جنگل میں جکڑا ہوا ہے۔ نظریاتی انتشار اور باہمی اعتماد کی کمی نے مجرموں کو ان کے جرائم کیلئے سازگار ماحول مہیا کر دیا ہے اگرچہ اسلام نے اتحاد و یگانگت پہ تاکید و ترغیب دی ہے اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ اس لیے ارشاد ربانی ہے:

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[7]

"ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"۔

مذہب اسلام میں آپس میں جھگڑا کرنے اور دنگا فساد کے ماحول پیدا کرنے والے لوگ فساد و فتنہ پرور ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی بھی پسند نہیں کرتا اور نہ تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے ان کا تعلق معاشرہ کے کسی بھی طبقہ سے ہو۔ بنابریں الہ تعالیٰ عزوجل نے سورۃ الحجرات میں ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ"[8]

"بے شک مسلمان (باہم) بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو"۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا فرمان ہے۔

"عنالقس عنى النبى ﷺ قال لا يومن احد كمحتى يحب لا خيه ما يحبلنفسه"[9]

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"کوئی شخص (کامل) مومن نہیں ہو سکتا تاآنکہ اپنے بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

---

[7] المائدہ ۵:۲

[8] الحجرات ۴۹:۱۰

[9]۔ البخاری (م ۲۵۶ھ) ابو حمید اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۲۱، رقم الحدیث ۲۴۹۳

ناانصافی:

بہترین معاشرے کیلئے عدل و انصاف نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ریاست کے جج و قاضی کو صحیح فیصلہ اور عدل و احسان کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ"[10]

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے"۔

قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:

"وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ"[11]

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"۔

جس معاشرے میں عدل و انصاف کی بجائے ظلم و بربریت کا راج ہو اس معاشرے میں طرح طرح کی برائیاں اور اخلاقی انحطاط پیدا ہو جاتا ہے اگر ہم اپنے ملک و معاشرے پر نظر عمیق ڈالیں تو اچھے طریقے سے تصدیق و تائید ہو جاتی ہے۔ کہ قانون ضوابط کی بالا دستی اور انصاف کا نام و نشان نہیں ہے جب کوئی شخص انصاف سے محروم ہو جائے تو وہ ظلم و استبداد کی چکی میں پس کر منتقم مزاج بن جاتا ہے اور پھر وہ حصول انصاف کیلئے قانون کو ہاتھ میں لے کر خود میدان میں نکل آتا ہے۔

معاشرے سے ظلم، ناانصافی، عدم عدل کا خاتمہ ہی وہ تیز دھار تلوار ہے جو قبیح جراءم کی بلند شروع کو سستی پر لا سکتی ہے۔ اس کے لیے حکومت وقت کو دیانتداری اور مخلصانہ طور پر متعلقہ تنظیموں اور اداروں سے فرائض سرانجام دلوانے کی از حد ضرورت ہے۔

غربت:

غربت جرائم کے بڑھانے میں ایک اہم اور بڑی وجہ ہے۔ ضروریات زندگی گزارنے کیلئے لوگوں کو جب جائز طریقے سے دشواری ہو گی تو اسی حالت میں لوگ بغاوت پر آ جاتے ہیں اور جرائم سے تعلق ہو جاتے ہیں۔ شکست کا احساس اور احساس کمتری سے دوچار اشخاص جرائم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

"عن انس بن مالک، قال: قال رسول اللہ ﷺ کادالفقرانیکونکفراوکادالحسانیغلبالقدر"[12]

---

[10] النحل ۱۶:۹۰

[11] النساء ۴:۵۸

[12] ۔البیہقی (م ۴۵۸ھ)، ابو بکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، ج ۹، ص ۱۲، رقم الحدیث ۶۱۸۸

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کبھی کبھار آدمی غربت کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کبھی کبھار حسد تقدیر پر غالب ہو جاتا ہے"۔

غیبت:

غیبت جھوٹ سے بھی بڑھ کر معاشرتی برائی ہے یہ زبان کا ایسا مکر و فعل اور گناہ ہے جو لوگوں کے پیٹھ پیچھے ایسے انداز سے کیا جاتا ہے کہ ان کے بارے ایسی باتیں کی جائیں جن سے انہیں برا لگے۔ مال و زر کی قدر و قیمت سے بڑھ کر عزت و آبرو کی قدر و منزلت ہوتی ہے کیونکہ جب عزت پر آنچ آتی ہے تو جان تک قربان کر دی جاتی ہے مگر ہمارے معاشرے میں غیبت کا ناسور اتنا پھیل چکا ہے کہ آپس کی گفتگو میں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ غیبت ہو گئی ہے یا نہیں۔ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ کسی کو بُرا یا بھلا کچھ بھی کہا ہی نہ جائے۔ غیبت نا اتفاقی کا باعث بنتی ہے جو آپس میں بغض و عناد اور عداوت و دشمنی کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے غیبت سننا اور کرنا کبائر گناہوں میں سے ہے اس بارے میں قرآن و سنت میں اس کی بہت زیادہ ہو عید و مذمت آئی ہے جیسا کہ فرمان نبویؐ ہے کہ:

"الغیبت اشد من الزنا"[١٣]

"غیبت کرنا زنا سے زیادہ سخت ہے"۔

تکبر:

معاشرے میں تکبر افراد کو ہر قسم کے اجر و ثواب اور عظمت و رفعت سے محروم کر دیتا ہے۔ اسی گناہ کی وجہ سے شیطان مردود ہوا۔ معاشرے میں یہ گناہ اتنا زیادہ پھیل چکا ہے کہ اس نے کمالِ دین سے افرادِ معاشرہ کو محروم کر دیا ہے۔ غرور تکبر ابلیس کی سرشت میں ہے اور اس کا مقصد اپنی بڑائی اور تفاخر جتانا ہے۔ شیطان نے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے رب کائنات کے حکم کی نافرمانی کی اور سجدہ آدمؑ سے انکاری ہو گیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے لہذا وہ اپنے سے کمتر کو سجدہ نہیں کرے گا۔ حالانکہ تکبر و کبریائی محض اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو زیب دیتی ہے۔ دراصل تکبر چند امور پر ہوتا ہے جن میں تقویٰ و دینداری، حسب و نسب، خوش شکلی، مال و دولت، خوشحالی اور علم و فضل ہیں۔ حالانکہ انسان کو چاہیے کہ ان نعمتوں کے ملنے پر اپنے رب کریم کا شکر گزار بنے۔

خواندگی کی شرح میں کمی:

تعلیم کسی بھی معاشرے کی ترقی میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور تعلیم کی کمی کسی معاشرے میں دقیانوسی روایات، برائیوں اور زوال

[١٣]۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرہ، س ن، ج ٦، ص ٣٤٨

کا موجب ہوتا ہے۔ شرح خواندگی کی کمی کو دور کر کے جرائم کا تدارک کیا جا سکتا ہے اکثر غیر تعلیم یافتہ افراد جرائم کی اخلاقی، مذہبی و سماجی نقصان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کئی جرائم سرزد کر جاتے ہیں۔ تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس کے الفاظ تھے اقراء (یعنی پڑھیے)۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اسلام کی پہلی جنگ غزوہ بدر کے قیدیوں کیلئے لازم قرار دیا کہ آپ میں سے جو پڑھے لکھے حضرات ہوں تو وہ کچھ مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا کر آزادی حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے ملک پاکستان میں تعلیم پر کبھی توجہ دی ہی نہیں گئی۔

ہمارے ملک میں تعلیم کی عمارت کمزور رہی ہے کیونکہ پرائمری تعلیم ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے لیکن اس کی طرف مناسب توجہ نہیں دی گئی کیونکہ ہمارے معاشرے میں تعلیم کو محض لکھنے پڑھنے کا ہنر گردانا گیا ہے جو کہ غلط اور خطرناک سوچ ہے۔ تعلیم میں تحقیق کو جب تک ایک خاص مقام نہ دیا جائے تعلیم مفید نہیں ہو سکتی۔

عدم برداشت:

معاشرہ کی تنزلی کے اسباب میں کچھ حد تک عدم برداشت کا بھی عمل دخل ہے۔ جب کسی شخص کی طبیعت اور مزاج کے خلاف کام ہو جائے اور کسی سے کوئی رنج یا تکلیف پہنچ جائے تو قوت برداشت کی کمیابی کی وجہ سے انتقام لینے کے درپے ہو جاتا ہے جبکہ اسلام نے تحمل اور برداشت کی تعلیم دی ہے ارشاد ربانی ہے۔

"وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ"[۱۴]

"وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

اخلاقیات اور معاشرتی حسن میں لوگوں کی غلطیوں کو اگنور کر دینا ایک بڑی وجوہات رکھتا ہے۔ اس کا اجر و انعام روز محشر میں بہت عظیم ہے۔

---

[۱۴] ۔ المائدہ ۵:۷۸

حدیث پاک ارشاد نبویؐ ہے۔

"عنابی بن کعب قال: قال رسول اللہﷺ: من سرہ، ان یشرفلہالبنیان، و ترفع لہالدرجاتفلیعفلهنظلمہ، ولیحط من حرمہ، ولیصل من قطعہ"[15]

"جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں اس کو چاہیے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس کے معاف کر دے اور جس نے اس کو کبھی کچھ نہ دیا اس کو بخشش و ہدیہ دیا کرے اور جس نے اس سے ترک تعلقات کیا ہو یہ اس سے ملنے میں پرہیز نہ کرے"۔

معاشرے کا غیر ذمہ دارانہ انداز:

ہمارے معاشرے کچھ افراد جرائم سے بچنے کیلئے خود تو انتظام کرتے ہیں مگر مجرمانہ زندگی کی خطرے سے بھرپور لہروں میں جکڑے ہوئے لوگوں کو اس برائی کی لہروں سے بچانے اور نکالنے کی فکر نہیں کرتے۔ یہ ایسی سماجی اور مجموعی طور پر کی جانے والی غلطی ہے جو ذہنوں میں سماچکی ہے۔ اس وجہ سے جرائم مثلاً ڈکیتی، اغواء اور قتل و غارت کی شکل میں ہوں یا کئی طرح کی دہشت گردی اور لسانی فسادات کی شکل میں ہوں اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہیں لیکن ان کے سدباب کا کوئی انتظام نہیں۔ جرائم دن دیہاڑے لوگوں کی نظروں کے سامنے ہو رہے ہیں پھر بھی وہ اس کے رد عمل اور روک تھام کرنے سے گزیر کرتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

"عنالنُّعْمانبنبَشِيرٍرضياللَّهعنهما، عنالنبيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُالقَائِمِفيحُدودِاللَّه، والْوَاقِعِفيهَا كَمَثَلِقَومٍاسْتَهَمُواعَلَسفينةٍ، فصارَبعضُهمأعلاهَا، وبعضُهمأسفلَها، وكانَالذينفيأَسْفَلِهَاإِذَااسْتَقَوْامِنَالماءِمَرُّواعَلَمَنْفَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْأَنَّا خَرَقْنَافينَصيبِناخَرْقًاوَلَمْنُؤْذِمَنْفَوْقَنَا. فَإِنْتَرَكُوهُمْوَمَاأَرَادُواهَلَكُواجَمِيعًا، وإِنْأَخَذُواعَلَىأَيْدِيهِمنَجَوْاونَجَوْاجَمِيعًا"[16]

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ حدود الٰہیہ میں سستی اور نرمی کرنے والوں اور حدود الٰہیہ کو توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور کشتی کی نشستوں میں تعین کیلئے قرعہ ڈالا، چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ کشتی کے بالائی منزل پر بیٹھے اور کچھ نیچے کی منزل میں تھے، وہ اپنی لینے کیلئے اوپر والی منزل میں جاتے تھے، جس کی وجہ سے

[15] ۔الشیبانی (م ۲۴۱ھ)، ابو عبد اللہ احمد بن ضنبل، مسند الامام احمد بن حنبل ج ۲، ص ۶۵۴

[16] البخاری (م ۲۵۶ھ)، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج ۳، ص ۱۳۹، رقم الحدیث ۲۴۹۳، دار طوق النجات، ۱۴۲۲ھ

اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، پس نیچے کی منزل والے نے کلہاڑے لے کر کشتی کے نیچے حصہ میں سوراخ کرنا شروع کر دیا، اس نے جواب دیا کہ میرے آنے جانے سے آپ حضرات کو تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں بہر حال پانی کی ضرورت ہے، اس لیے میں نے سوچا کہ کشتی کے نیچے سے سوراخ کر لوں تا کہ یہاں سے پانی پی لیا کروں، اب اگر یہ لوگ اس سوراخ کرنے والے کا ہتھ پکڑ لیں اور اسے سوراخ کرنے سے باز رکھیں تو اس کو بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے اور اگر اس کو اس حال پر چھوڑ دیا تو یقیناً اس کو بھی ڈبو دیں گے اور خود بھی ڈوب جائیں گے۔"

مذکورہ فرمان نبویؐ میں سمجھایا جاچکا ہے کہ مکمل معاشرہ ایک ہی سفینہ میں چل رہے ہیں جب یہ سواری گناہوں اور جرائم کی وجہ سے تباہ ہوگی تو محض گناہ گار ہی غرق نہیں ہوں گے بلکہ یہ سواری صالح وبد سب کو لے کر تباہ ہوگی۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث نبویہؐ سے یہ بات واضح طور پر عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کیلئے صرف اپنے آپ کو نیک کرنا لازمی نہیں بلکہ اپنی قدرت و طاقت کے مطابق جرائم پیشہ کو جرائم سے باز رکھنا، انہیں قبول حق پر مجبور کرنا اور ان کا ہاتھ روکنا بھی انتہائی ضروری ہے کیونکہ پورے معاشرے کا بڑا اجتماعی جرم ہے کہ جرائم پیشہ لوگ روک ٹوک کے بغیر عام حالات میں جرم کریں جس پر اجمموعی وبال وعذاب اترتا ہے۔ آج ہم سب اس اجتماعی جرم کے ذمہ دار اور وجہ بنتے ہیں۔

جرائم کا تدارک اور اصلاحی تجاویز:

یہ عیاں ہے کہ تاریخ انسانی میں اب تک کسی دور میں بھی معاشرے میں جرم اور جرم کرنے والے افراد کو ختم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی سرگرمیوں کو مکمل طور پر ختم کیا جاسکتا ہے۔لہذا اجتماعی سطح پر عارضی طور پر ایسے اقدام کیے جاسکتے ہیں جن سے ایسی سرگرمیوں پر قابو پانا اور ایک خوشگوار اور امن کے ساتھ ماحول اور فضاء کو پر سکون بنایا جاسکے۔ جرائم کے تدارک کے سلسلے میں اصلاح تجاویز اور مختلف تدابیر کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

معاشرتی وثقافتی اقدار:

معاشرتی اور ثقافتی اقدار بھی جرائم کو کنٹرول کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جس وقت تک معاشرے میں برائی کے خلاف سخت رد عمل نہیں ہو گا جرائم کی جڑیں اس وقت تک مضبوط رہیں گے۔ معاشرے میں اچھے اخلاق اور اعلیٰ اقدار کے ذریعے غیر ذمہ دارانہ اور منفی رویوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

خوف خدااور فکر آخرت کی تعلیم و تبلیغ کرنا:

ایک اسلامی سماج افراد کی روحانی و اخلاقی رہنمائی بھی کرتا ہے اور لوگوں کو ایثار اور قربانی، خدمت خلق، فرمانبرداری، اخوت و محبت اور اتحاد و تعاون جیسی صفاتوں کو اپنانے اور تعصب، خود غرضی، نفرت اور حسد کی طرح برے کاموں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انسانوں کے دل و دماغ میں خدا کا خوف اور روز محشر کی فکر پیدا کر کے معاشرے سے جرائم کے رجحانات میں کمی لائی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں آئمہ کرام کے ذمے لگتا ہے کہ وہ مساجد میں محراب اور منبر پر بیٹھ کر بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کی آبیاری کرتے ہوئے اسلام کے زریں اصولوں سے روشناس کرائیں اور مذہبی اصولوں کی روشنی میں مختلف جرائم کے نتائج اور نقصانات سے لوگوں کو بتاتے رہیں اور ان کے اندر فکر آخرت اور خدا کا خوف پیدا کریں لہذا وہ جرم کرتے وقت ان کے نتائج سے خوف کھائیں اور جرم کرنے سے انہیں روکے۔

معاشرہ کی تبدیلیوں کے اسباب کو مد نظر رکھنا:

مجرمانہ سرگرمیوں کی تکنیک میں تہذیب و تمدن کی ترقی کی جو ترقی ہوئی ہے اور ارتکاب جرم کے وقت عادی جرائم پیشہ افراد جو نئے نئے انداز اختیار کر کے جرائم کر رہے ہیں معاشرتی بگاڑ اور تبدیلیوں کی وجوہات پر غور و خوض کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر مجرمانہ سرگرمیوں کا معاشرے سے خاتمہ کرنا ہے تو معاشرے کے اندر ہی مجرمانہ سرگرمیوں کے محرکات کو تلاش کر کے ان کا وجود ختم کرنا ہے کیونکہ جرم کرنے والے عناصر ہی معاشرے کے اجزاء و افراد ہیں۔ اب معاشرہ اس حالت میں ہے کہ جس شخص میں مجرمانہ صلاحیتیں عروج پر ہیں اور جرم کر کے صاف صاف بچ جاتا ہے وہ معاشرے میں کامیاب شخص سمجھا جارہا ہے۔ اس قومی بے حسی نے مجرمانہ کاموں کے فروغ میں اچھا خاصہ کردار ادا کیا ہے۔ مجرمانہ سرگرمیوں کے خاتمے کیلئے اس نظریہ اور اجتماعی غلطی کی حوصلہ شکنی از حد ضروری ہے۔

بے روزگاری کے خاتمے کے فوائد:

بے روزگاری کے مسائل کو ملک سے ختم کیا جائے اور بین الاقوامی صنعتوں کو لازمی ترقی دی جائے۔ بے روزگاری سے تنگ آکر انسان ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب اپنا حق اور جائز سمجھ کر کرتا ہے۔ بے روزگاری کا خاتمہ معاشرے سے جرائم کے خاتمے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

اصل مجرم کے تعین کی ضرورت:

ہمارے ہاں پولیس کی ناقص منصوبہ بندی اور پوچھ گچھ کی وجہ سے اصل ملزم بچ نکلتا ہے اور پھر وہ معمول کے مطابق جرائم کرنا شروع

کر دیتے ہیں۔ اس لیے اس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے کہ معیاری تفتیش ہو تا کہ اصل مجرم ہی قانون کی گرفت میں آئے اور اصل مجرم کی شناخت ہو جائے تاکہ دیگر جرائم پیشہ عناصر کیلئے بھی عبرت ہو۔

تعلیمی اداروں کا قیام:

علم کا حصول ہر شخص پر فرض ہے۔ اور حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ عوا کو زیور تعلیم سے مزین کرنے کے لیے بھر پور کوشش کرے اور ایسا ماحول پیدا کرے جس میں ہر فرد تعلیم سے آراستہ ہو جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اقْرَأْوَرَبُّكَالْأَكْرَمُ۔الَّذِيعَلَّمَبِالْقَلَمِ "[۱۷]

"پڑھیے اور تمہارا رب کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا"۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

"قُلْهَلْيَسْتَوِيالَّذِيْنَيَعْلَمُوْنَوَالَّذِيْنَلَا يَعْلَمُوْنَ "[۱۸]

"کہدیجئے کہ علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں"۔

سرور کائنات محمد عربی ﷺ نے فرمایا:

"عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ من خرج فی طلب العلمفهو فی سبیل اللہ حتی یرجع"[۱۹]

"جو شخص طلب علم میں نکلا گھر سے وہ ہے اللہ کے راستے میں جب تک کہ نہ لوٹے واپس"۔

جرائم کی بیخ کنی اور مجرمانہ ذہنیت کو معاشرے سے ختم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر عام وخاص شخص تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو۔ تعلیم کے فروغ کیلئے نئے نئے تعلیمی ادارے بنائے جائیں تاکہ جرائم کے مضر اثرات سے بچہ ابتدائی عمر سے ہی آگاہ ہو۔

خلاصہ بحث:

آج معاشرتی ڈھانچہ میں پائی جانے والی تمام تمدنی ارواح ناہمواریوں کا شکار ہیں۔ حب الوطنی اور دین سے محبت رکھنے والے افراد کیلئے یہ اشد ضروری ہے کہ حالات وواقعات کی نزاکت اور صورتحال کو سمجھ کر اپنی ذمہ داریوں پر غور کریں اور معاشرتی استحکام کی فکر کرتے ہوئے ہمہ قسم کے گروہی تعصبات سے بالاتر ہو جائیں۔ اس ضمن میں طبقاتی کشمکش اور معاشرتی ناہمواریوں کو ختم کرنا، عصر حاضر میں حدود تعزیرات

---

[۱۷]۔ العلق ۹۶: ۳:۴

[۱۸]۔ الزمر ۳۹: ۹

[۱۹]۔ الترمذی (م ۲۷۵ھ) محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب ابواب العلم، ج۵، ص ۲۹

اسلامی کو نافذ العمل کرنا، رہبانیت کے فتنہ کو روکنا، فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے اہل علم کا اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھانا، باعث شر بننے والے عناصر کا خاتمہ کرنا اور معاشرے میں اسلامی نظام کے نفاذ جیسے اہم اقدامات کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

معاشرے کی تنزلی کے اسباب میں اسلام سے دوری سب سے بنیادی اور اہم سبب ہے جس کے نتائج واضح و عیاں ہیں کہ جھوٹ، غیبت، قتل عام، چوری اور فریب، رشوت خوری، سود اور شراب نوشی اور دوسروں کے حقوق کی تلفی جیسی برائیاں پھیلتی جا چکی ہیں۔ موجودہ دور میں جس قدر ہم معاشرتی برائیوں کا شکار ہو کر انسانیت کی خاصیت سے گر گئے ہیں لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ سوچ کو بدلیں اور اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے عملاً اسلامی قوانین پر عمل پیرا ہوں۔